OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 6, Issue 1 (January-March 2023)

اسلامی ثقافت:ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے افکار کا خصوصی مطالعہ

Islamic Culture: A Special Study of the Thoughts of Dr. Naseer Ahmad Nasir

Khan Arif
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan
Dr Jamil Ahamd Nutkani
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan
Hafiz Waqar Shaukat
M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan

Abstract

Culture is the foundation of human life and the identity of any nation or society. Nations that advance in the cultural field experience progress and success. Today's era is actually a time of cultural clash and competition, so it is necessary that we get acquainted with this culture. Will point to civilization and culture, which means the customs and manners that dictate our lives and yours. Civilization and culture mean our faith and beliefs and all the beliefs and ideas that are involved in our individual and social lives. Islamic culture is a standard culture that has the highest values and standards for a society and for any group of human beings. It can put

any society on the path of progress and prosperity by making it proud and dignified. The Muslim Ummah is made up of different nations, races, and schools of thought. The oldest civilizations and vast cultures flourished in the same areas where Muslims live today. This diversity, this colorful style, and this ownership of the sensitive areas of the planet are the main characteristics of the Muslim Ummah. The common heritage of history and culture can further increase the strength of this Ummah. In this article, Dr. Naseer Ahmad Nasir's views on Islamic culture are described. Dr. Sahib has described the source of Islamic culture as the Quran and Sunnah. The aesthetic color of Islamic culture has been described.

Key Words: Culture, Islamic Culture, Civilization, Beliefs, Society, Muslim Ummah, Thoughts

تمہید

اسلام مکمل اور ہمہ گیر مذہب ہے۔ یہ ایک ایسا نظام کامل ہے جو دینی و دنیاوی دونوں معاملات کے تمام پہلوؤں سے بحث کرتا ہے۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ اس دین کو لے کر آئے، اسے عام کیا۔ اس کے بعد سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین نے اس کی دعوت دی چنانچہ وہ لوگ تزکیہ نفس میں کامیاب ہوئے اور حیات انسانی کی حتی الامکان اصلاح کی۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ جو قومیں اپنے آپ کو بھلا دیتی ہیں زمانہ اُسے بھلا دیتا ہے، اور قوم کی خود فراموشی اس کی موت ہوتی ہے۔ قوم شجر کی طرح ایک نامیاتی وجود ہے، جس کی جڑیں اور برگ وبار مستقل میں پوشیدہ اور تنہ حال میں نمودار ہوتا ہے، لہذا جو قوم اپنے ماضی کو بھلا دیتی ہے اس کی بیخ وبُن نشو و نما کے فقدان کے سبب سوکھ کر مر جاتی ہے، اسی طرح اگر قوم اپنے مستقبل سے صرفِ نظر کر لیتی ہے تو وہ برگ وبار سے محروم رہ جاتی ہے، اور حال کی فراموشی زمانے کی لکڑہار قوتوں کو اس کی قطع بُرید کی دعوت دیتی ہے۔

اسلامی ثقافت کا تعارف و تاریخ

ثقافت

ثقافت کے لغوی معنی ہیں عقل و سمجھ فہم فراست، ذہانت و فطانت، ضبط و کنٹرول، توازن و اعتدال "ثقیف الرجل ثقفا و ثقافة، کے معنی ہیں ماہر و باکمال ہونا، عقلمند و ہوش مند ہونا۔ ذہین و فطین ہونا، ثقف صفت کا صیغہ ہے۔ معنی ہیں عقلمند و ہوش مند، ماہر و باکمال، ثقاف اس آلہ کو کہتے ہیں، جس کی مدد سے نیزہ کو استوار کیا جائے۔ ثقیف الرماح و تسویتھا[1]، نیزہ کو استوار کرنا، اصلاح کرنا درست کرنا۔ "ثقیف" کجی کو آلہ کی مدد سے دور کرنا، درست کرنا؛ لہٰذا تربیت دینے، ادب سکھلانے کے معنی میں اس کا استعمال مستعار ہے۔ لسان العرب میں ثقافۃ کے معنی مہارت و کمال کے ملتے ہیں؛ ثقف، ماہر و زود فہم کو بھی کہتے ہیں[2]۔ ماہرین اور اہل علم نظر کے نزدیک ثقافت وہ موروثی علم ہے، جس کے مطابق نسلیں اپنی زندگی؛ جس میں زبان، لہجہ، طریقہ تعمیر، کھانے پینے کے عادات و اطوار، کھانے پینے کے سامان فراہم کرنے کا طریقہ، لباس تیار کرنے کا طریقہ، قومی حکایتیں، روایتیں، امثال، دنیا کے متعلق ان کے تصورات و خیالات، زندگی کے متعلق ان کے نظریات، افکار و آراء، کاریگری، معیشت کے طریقے وغیرہ سب شامل ہیں، انھیں چیزوں کی بنیاد پر ایک قوم دوسری قوم سے ممتاز و جدا نظر آتی ہے، لہٰذا تہذیب و ثقافت کا رشتہ و تعلق قوموں کی تاریخ، وطن اور دین و عقائد، مسلک و مشرب، ذہن و فکر، مزاج و طبعیت سے وابستہ ہوتا ہے۔[3]

دین و ثقافت

تکوین ثقافت ہی نہیں بلکہ اس کو ترقی عطا کرنے والے عناصر میں ایک اہم عنصر دین ہے، اس لیے کہ دینی عقیدہ مختلف طبقات و اقوام کو متحدہ کرتا ہے اگرچہ زبانیں مختلف ہوں اور عادات و میلانات، سیاسی، قومی اور اقتصادی نظریات و مناہج میں اختلاف ہو، مسلمانوں کی ثقافت اگرچہ بہت سے امور میں غیر مسلموں سے مختلف ہے لیکن خود مسلمانوں نے متعدد معاملات میں یکسانیت و اتحاد پایا جاتا ہے، اگرچہ وطنیت اور حالاتِ معیشت میں قدرے اختلاف ہو، دنیا اس اجتماعی ثقافت کی گواہ ہے جو ترکی، ایرانی، ہندوستانی، رومی، حبشی اور عربی کے درمیان مشترک ہے، اور یہ ثقافتی اشتراک صرف دینی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ پھر ذوق اور عملی مناہج میں بھی اشتراک کا سبب بنتا ہے، اور پھر اجتماعی میلانات، اخلاقیات، کھانا پینا، لباس و تعمیر سب پر اپنا اثر ڈالتا ہے، یہاں تک کہ ہر چیز میں اسلامی رنگ نظر آنے لگتا ہے حتٰی کہ تعمیرات و ملابس، گھر کے ساز و سامان، کھانے پینے کے طریقے، علمی بحث، سب میں اسلامی رنگ کی جھلکیاں نظر آتی ہیں اور مسلمانوں کی زندگی کے متعلق ایک ہی رجحان اور ایک ہی موقف قائم کیا جاتا ہے خواہ وہ کسی بھی وطن و ملک کے باشندے ہوں، نتیجہ کے طور پر یہی واضح ہوا کہ دین ہی اصل اور مرکزی طاقت ہے جو متعدد مختلف قوموں اور جماعتوں کے درمیاں مشترک ثقافت کی تشکیل کا سبب ہے، جب کہ لوگوں کے دلوں میں اثر کرنے اور زندگی کے خاص منہج کی اتباع پر کشش بنانے میں مذہب اسلام سب سے زیادہ پُر تاثیر و طاقت ور مذہب ہے۔[4]

تہذیب و ثقافت:

علماء ثقافت (الثقافۃ) اور تہذیب (الحضارۃ) کے درمیان تمیز کرتے ہیں لیکن یہ تمیز کمیت کے اعتبار سے ہے نہ کہ کیفیت کے اعتبار سے، تہذیب، مدنیت اور تمدن یہ تمام تعبیرات کسی بھی قوم کی علمی ترقی اور ترقی کے وسائل کی زیادتی جو کہ حکومتی نظام سے مرتبط ہوتے ہیں، ان کے نتیجہ میں ہونے والے تعمیری نشاط اور اس کے نتائج کو بیان کرتی ہیں، جب کسی قوم کے تمدن کی بات کی جاتی ہے تو اس میں حکومت کی وسعت، ثروت و خوشحالی کی فراوانی اور اس سے متعلق اسباب تہذیب سے بحث ہوتی ہے۔ جب کہ ثقافت کا تعلق علم، ادب اور فن سے ہوتا ہے اور اس امت کے عادات واطوار اور اجتماعی آداب کا تذکرہ ہوتا ہے، یہ موضوع کسی بھی امت کی تہذیب کے تذکرے میں ضمناً زیر بحث آتا ہے، تہذیب کے لیے بعض علماء یہ شرط لگاتے ہیں کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ حکومتی نظام موجود ہو، مدون و مکتوب قانون کا پابند ہو اور خاص و عام سب کی زندگی پر اس کا نفاذ ہو۔[5]

اسلامی تہذیب و تمدن

پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی اسلامی تہذیب و تمدن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

> "تہذیب و تمدن یا ثقافت کی تعریفوں میں اختلاف سے الجھے بغیر سیدھے سادے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب کوئی انسانی گروہ یا معاشرہ و سماج مذہبی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی، علمی، عقلی اور اخلاقی میدانوں میں ترقی کا ایک خاص درجہ حاصل کرلیتا ہے تو اسی کو اس کی تہذیب یا ثقافت کہتے ہیں، دراصل سماجی معاشرت اور مجموعی طرز زندگی کو تہذیب و تمدن کہنا چاہیے"۔[6]

تہذیب سے مراد انسانی دل و دماغ کی آرائش ہے۔ اسلامی تہذیب کا مقصد کسی ایک فرد یا کسی خاص قوم کی نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کی آراستگی ہے۔ اگر کسی ملک میں ظلم و بے انصافی کا بازار گرم ہے اور تعصب اور عدم مساوات کی لعنتیں اس پر مسلط ہیں، تو اس ملک میں فنون و ہنر مندی کے بہترین اور اعلیٰ ترین شاہکاروں کی بہتات اور ادبی جواہر پاروں کی فراوانی اسلام کے لیے ہرگز باعث افتخار نہیں ہوسکتی اور نہ ہی وجہ جواز ہوسکتی ہے۔ زمانہ امن و جنگ کی شان دار فتوحات اور حیرت انگیز کمالات بھی ثمر اسلام کے طور پر پیش نہیں کیے جاسکتے۔ اسلام کے پیش نظر تو زیادہ وسیع اور بلند تر مقاصد اور زیادہ شاندار اور پُر شکوہ مناظر ہیں۔ اسلام اصلاح نسل کی بھی دوسرے مذاہب کے مقابلے میں زیادہ ترغیب دیتا ہے۔ اسلام کے ظہور و اقتدار کے تہذیبی اثرات کے سامنے دُنیا کی دوسری تہذیبوں، مذاہب اور فلسفوں کے کارنامے ماند پڑ گئے ہیں۔ مغرب میں فنون و ادب کی عظمت پرستش کی حد تک پہنچی ہوئی ہے اور وہاں اسے بھی تہذیب کا ایک لازمی حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اسے دیکھ کر ایک مسلمان حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ دُنیا تو آج تک یہ سمجھتی ہے کہ فنون و ادب کے کمالات ہی انسانی زندگی کا مقصد و منشا ہیں۔ مسلمان کی حیرت کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ان ادبی، عملی اور فنی کمالات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اس کی نظر میں تو یہ محض ضمنی فیوض ہیں، جن کی

حیثیت مقصد تک پہنچنے کے ذرائع یا زاد سفر جیسی ہے۔[7] اسلامی تہذیب سے مراد کوئی ایسی تہذیب نہیں جو مسلم قوم کو کسی بیرونی ماخذ سے حاصل ہوئی ہو۔ بلکہ اسلامی تہذیب سے مراد اسلام یعنی اس مذہب کی تعین کردہ تہذیب ہے جس کا واضح مقصد انسانی ترقی ہے۔ ہر وہ شخص جسے مطالعہ قرآن پاک کی سعادت نصیب ہوئی ہے، تسلیم کرے گا کہ قرآن پاک میں ان لوگوں کے لیے جو اس کی تعلیمات پر عمل کرنے والے ہوں، دُنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مزید بر آں قرآن پاک کے پیش نظر بنی نوع انسان کی فلاح و کامیابی ہے جو قوائے انسانی کی بالیدگی اور انعامات الٰہی کی زیبائش و آراستگی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر مسلمانوں نے کوئی ایسا طریق زندگی یا طرز عمل اختیار کر لیا ہے جو قرآنی تعلیمات اور احکامات نبوی ﷺ کے مطابق نہیں ہے تو یہ ایک غیر اسلامی رویہ ہے جس کا سراغ اسلامی نظام کے باہر ملے گا۔ مسلمانوں کو ایسا کوئی غیر شرعی نظام قبول کر کے کامیابی و فلاح کی امید نہ رکھنی چاہیے جو بظاہر ان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہ بنتا ہو۔[8]

اسلامی تہذیب کا مدعا و منشاء زندگی کے غیر اہم اور رسمی لوازمات کی تربیت نہیں، بلکہ خود زندگی کی تزئین و آراستگی ہے۔ آج مغرب میں روشن خیال لوگوں کی کثیر تعداد فنونِ جمیلہ میں خاص دسترس رکھتی ہو تو یہ چھوٹی سی اکثریت اپنے گھٹیا طرز معاشرت کی بدولت انتہائی ذلت و خواری کی زندگی بسر کرنے پر ہی مجبور کیوں نہ ہو۔ یہ روشن خیال اقلیت اس امر کی بھی قائل نظر آتی ہے کہ کسی قوم کی اقلیت کا فنون لطیفہ میں خاص دسترس حاصل کر لینا اس قوم کی اکثریت کے لیے ذلت و خواری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہونے کا ایک معقول جواز ہے۔[9]

اسلام دین و دُنیا میں کسی امتیاز کا روادار نہیں۔ ایک سچے مذہب کا اثر انسان کے تمام اعمال پر پڑتا ہے۔ قرآنِ پاک نے نیکی اور بدی کی حدیں مقرر کر دی ہیں۔ انسانی ترقی کے لیے نیکی فائدہ مند اور برائی ضرر رساں ہے۔ اسلام کی بنیاد عقل سلیم ہے۔ اسلام میں ایسے شخص کے لیے جو سینٹ اگسٹائین کی طرح یہ کہتا ہو، "میں تو خدا کو اس لیے مانتا ہوں کہ یہ ویسے ایک ناقابل فہم چیز ہے" کوئی گنجائش نہیں۔ قرآنِ حکیم صاف اور واضح الفاظ میں تکرار کے ساتھ ایسے مذہب کو باطل قرار دیتا ہے جس کی بنا عقل سلیم نہ ہو۔ وہ لوگوں کو بار بار مذہبی معاملات میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ تاریخ عالم کا تجربہ ایک طرف یہ ثابت کرتا ہے کہ انسانی ترقی کے لیے معقول حد تک آزادی فکر ایک ضروری شے ہے۔ دوسری طرف یہ بتاتا ہے کہ جو قومیں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا انکار کرتی ہیں۔ وہ انتہائی ذلت و خواری سے دوچار ہوتی ہیں۔[10] حضور نبی اکرم ﷺ اسلام نے اس دنیائے آب و گل کو ایک نئی تہذیب و ثقافت عطا کی۔ دنیا کا گھسا پٹا نظام یکسر بدل کر رکھ دیا۔ اس میں نظم و نسق قائم کیا۔ دستور زندگی کی بنیاد رکھی۔ انسانوں کے اندر ایک ایسا بھائی چارہ قائم کیا جس نے فرد اور جماعت کے درمیان الفت و محبت، اخوت و تعاون اور اتحاد و اتفاق کے اوصاف کو نشو و نما بخشی، شورائی نظام پر نظام مملکت استوار کیا۔ دین میں جبر و اکراہ کا خاتمہ کر دیا۔[11] لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ[12] (سو تمہارا دین تمہارے لیے اور میرا دین میرے لیے ہے) کہہ کر واضح کر دیا کہ قصرِ اسلام میں داخل ہونے کے لئے ہر شخص کو

آزادی حاصل ہے۔ محض کافر ہونے کی وجہ سے وہ باعثِ نفرت نہیں ہو سکتا بلکہ اہل کتاب عورتوں کے ساتھ ازدواجی تعلقات استوار کرنے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ الغرض اسلام رواداری، تحمل اور بردباری کا حامل ہے اور یہ ایسی دنیا بسانا چاہتا ہے جو ظلم و ستم، بغض و کینہ اور حسد و تنگ نظری کے جذبات سے پاک ہو اور نوع بشر کے لئے امن و سلامتی اور پیار و محبت کا گہوارہ ہو۔ عہد رسالت مآب ﷺ میں عظمت اور ہر رفعت نقوش کف پائے مصطفی ﷺ کے پیرہن میں سج دھج کر تہذیبِ انسانی کی آبرو قرار پاتی دکھائی دیتی ہے۔ اسلام کا یہ آفتابِ جہاں آراء اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ روشنیاں بکھیرتا ہوا نکلا اور دیکھتے دیکھتے اپنی نورانی شعاعوں سے پوری دنیا کو منور کرنے لگا۔[13] اسلام کے لائے ہوئے روحانی و اخلاقی انقلاب کے نتیجہ میں عربوں کی صدیوں کی مجتمع قوت نے رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صرف چند سال کے اندر اندر عربوں کو مغربی ایشیاء کا مالک و مختار بنا دیا۔ عرب کے اجڈ اور شریدہ سر لوگوں کے دل اور احوال بدل گئے، فکر و نظر میں انقلابی تبدیلی آ گئی۔ الغرض غصب و قزاقی کے خوگر عرب نظام اسلام کی آمد کے ساتھ ہی نہ صرف انسان بلکہ ایسے نمونہ انسانیت بن گئے کہ ساری کائنات کے ہادی و راہنما دکھائی دینے لگے۔[14] قرون وسطی کے یورپ کی ظلمت و جہالت کے مقابلے میں اس عہد کی اسلامی دنیا کی علمی و ثقافتی عظمت و رفعت کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈریپر لکھتا ہے

> "(اس کے مقابلے میں اندلس کی اسلامی تہذیب کس قدر خوش آئند معلوم ہوتی ہے) جب کہ ہم یورپ کے جنوب مغربی گوشہ اسپین پر نظر ڈالتے ہیں، جہاں بالکل ہی مختلف حالات کے تحت علم و حکمت کے انوارِ تاباں کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ مغرب میں ہلال (اسلامی تہذیب) بدرِ کامل بن کر مشرق (وسطی یورپ) کی طرف جانے والا تھا"۔[15]

اسلامی ثقافت کی خصوصیات

اسلامی ثقافت اپنے اصول قرآن و سنت اور صحابہ کرام کی زندگیوں سے اخذ کرتی ہے جو کہ تربیت یافتہ تھے آغوش نبوت کے، پھر مسلمانوں نے اس میں دیگر اقوام سے مستفادہ کچھ اضافے کیے، یہ اسلامی ثقافت مذکورہ اسباب کے سبب ممتاز ہے:

1- اسلامی ثقافت ممتاز ہے مسلمانوں کے درمیان رنگ و نسل اور زبان وطن کے تنوع اور اختلاف کے باوجود پائی جانے والی اخوت اسلامی کے سبب۔

2- ثقافت اسلامی کا سبب امتیاز یہ ہے کہ امتیاز ہے کہ ایک طرف وہ جسمانی اصلاح کی کوشش کرتی ہے تو دوسری طرف روحانی غذا فراہم کرتی ہے اور دنیا و آخرت کی خیر کو جمع کرتی ہے۔

3- ثقافت اسلامی ممتاز ہے فرد و جماعت کے حقوق کی رعایت کرنے کی بنا پر، کہ اس میں فرد کے حقوق کے سبب جماعت کے حقوق یا اس کے برعکس حق تلفی نہیں ہوتی۔[16]

4- ثقافت اسلامی کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ذرا بھی تعصب نہیں برتتی، نیز تمام ادیان و عقائد کا احترام کرتی ہے، سب کے حقوق کی کفالت کرتی ہے، چناچہ اسلامی معاشرہ میں دیگر ثقافتوں کے حاملین بھی احترام کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں، اسلامی ثقافت مذہب اسلام کی طرح ہی اعتدال و توازن پر مبنی ہے، اور یہ اس کا سبب امتیاز ہے، نیز وہ فضائل کو اپنانے نے گھٹیا اور گرے ہوئے کاموں دور رہنے کی تاکید کرتی ہے نیز فرد کی کرامت، شرافت اور عزت کی حفاظت پر ابھارتی ہے اور ان راستوں کو بند کرتی ہے جو شہوانی تصرفات کو جنم دیتے ہیں۔ ماحول کے اختلاف اور زمانے کی تبدیلیوں کے ساتھ ثابت اخلاقی اصولوں کا اعتبار کرتی ہے۔

5- ثقافت اسلامی کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ وہ پوری انسانیت کے اتحاد و وحدت کا قائل ہے، وہ رنگ و جنس میں تمیز کر کے طبقات کو جنم دیتی، اس کا دامن وسیع ہے بلکہ وسیع تر ہوتا رہتا ہے تنگی و انقباض کا اس میں گذر بھی نہیں اسی لیے وہ جنسی بنیاد پر یا کسی عنصر کے سبب ایک دوسرے پر فوقیت میں یقین نہیں کرتی۔[17]

عالمی ثقافت کے فروغ میں مسلم علماء کا حصہ

مسلمانوں نے اپنے مفتوحہ ممالک میں علوم و معارف پر بھرپور توجہ دی، ترجمہ پر خاص دھیان دیا اور مترجمین پر بیت المال سے زر کثیر خرچ کیا تاکہ وہ اپنا کام وقت نظر اور اہتمام کے ساتھ انجام دے سکیں۔ خالد بن یزید بن معاویہ بن آل سفیان پہلے امیر تھے، جنہوں نے یونانی علمی ورثے کو عربی زبان میں منتقل کرنے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ جو علوم یونانی زبان سے قبطی زبان میں منتقل ہو چکے تھے، ان کو عربی میں منتقل کرنے کا اہتمام کیا۔ علوم وفنون کو عربی زبان میں منتقل کرنے کے سلسلے میں خالد بن یزید کو اولیت حاصل ہے۔ اسی طرح عربوں اور مسلمانوں میں جو لوگ اچھی عربی جانتے تھے، ان کے لیے علم کی ایک وافر مقدار مہیا ہو گئی۔[18] دوسری صدی ہجری میں ایک عظیم تحریک پیدا ہوئی جس میں مختلف اسباب کار فرما تھے۔ ان میں سب سے اہم وہ عربی ثقافت تھی، جو شاعری، قرآن مجید، حدیث، فقہ اور عربی زبان سے متعلق علوم پر مشتمل تھی۔ تہذیب کے یہ تمام پہلو اس صدی میں خوب پھلے پھولے بلکہ ان میں بعض مختلف النوع اشیاء سے آراستہ ہوئے مثلاً نحو اور عروض۔ یہی وہ زمانہ ہے جس میں قدیم شعری ورثہ از سر نو مرتب ہوا۔[19] علما فارس نے ترجمہ کے میدان میں اہم کارنامے انجام دیے ہیں۔ مثلاً یعقوب بن طارق، محمد بن ابراہیم فزاری (اس کا باپ فلکیات کا مشہور عالم تھا، فلکیات پر اس کی ایک منظوم کتاب ہے اور کہا جاتا ہے وہ پہلا مسلمان ہے جس نے "اصطرلاب" بنایا۔) پہلوی سے عربی ترجمے کے سلسلے میں عبداللہ بن المقفع کا نام ادبی دنیا میں کافی احترام سے لیا جاتا ہے۔ ابن المقفع نے منطق اور طب کی بعض کتابیں بھی عربی میں ترجمہ کی ہیں۔ لیکن کتاب "خدائے نامہ" یا سیر ملوک العجم سے اسے خاص طور پر شہرت ملی اور ان کی ایک کتاب کلیلہ و دمنہ بھی ہے۔[20]

عباسی خلیفہ مامون نے بغداد میں بیت الحکمت قائم کیا، جس میں ایک لائبریری اور فلکی رصد گاہ تھی۔ اس نے ماہرین فلکیات کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ وہ ستاروں کی حرکات و سکنات کا پتہ لگانے کے لیے فلکیاتی جنتری ترتیب دیں اور زمین کی دونوں ڈگریوں کو ناپنے کا آلہ بنائیں تا کہ زمین کا حجم کو پہلے سے صحیح اور مناسب طور پر ناپا جا سکے۔ مامون کے دور میں بھی جن لوگوں نے بڑی عرق ریزی سے ترجمہ کا کام انجام دیا، ان میں ایک نام یحیٰ بن ماسویہ کا ہے۔[21] اسلام ایک خاص تہذیب اور علمی نظریہ کا نام ہے جس کی طرف قرآن اشارہ بھی کرتا ہے اور اسے بیان کرنے کے ساتھ اس کی طرف رہنمائی بھی کرتا ہے۔ قرآن کے اندر علمی اعجاز بالکل عیاں اور ظاہر ہیں، سائنسی ترقی ہمارے سامنے ایسے حقائق پیش کرتی ہے جس کی طرف قرآن نے پہلے ہی اشارہ کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ: كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ مُبَٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓاْ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُواْ ٱلْأَلْبَٰبِ[22] "یہ نہایت مبارک کتاب ہے جو ہم نے تمھاری اتاری ہے تا کہ لوگ اس کی آیات پر تدبر کریں اور صاحب عقل اس سے یاد دہانی حاصل کریں"

شرعی نقطہ نظر سے قرآن نے ایک عمدہ اور باوقار تہذیب و ثقافت ہمارے سامنے پیش کی ہے جو ہر ماحول اور ہر زمانے سے مناسبت رکھتی ہے۔ دنیا کے جدید قوانین، اقتصادی اور اجتماعی نظریات کے اصول و مبادی، اسلامی شریعت میں پہلے سے موجود ہیں۔[23]

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے نزدیک اسلامی ثقافت

جو قوم اپنے آپ کو بھلا دیتی ہے زمانہ اُسے بھلا دیتا ہے، اور قوم کی خود فراموشی اس کی موت ہوتی ہے۔ قوم شجر کی طرح ایک نامیاتی وجود ہے، جس کی جڑیں اور برگ و بار مستقبل میں پوشیدہ اور تنہ حال میں نمودار ہوتا ہے، لہٰذا جو قوم اپنے ماضی کو بُھلا دیتی ہے تو اُس کی بیخ وبُن نشو و نما کے فقدان کے سبب سوکھ کر مر جاتی ہے۔ اسی طرح اگر قوم اپنے مستقبل سے صرف نظر کر لیتی ہے تو وہ برگ و بار سے محروم رہ جاتی ہے، اور حال کی فراموشی زمانے کی لکڑہار قوتوں کو اس کی قطع وبُرید کی دعوت دیتی ہے۔ اسلام مادی و روحانی ہر لحاظ سے ایک عالمگیر تحریک رحمت للعالمینی ہے، اس لیے مسلمان ایک عالمگیر ملت ہیں۔ اس تحریک رحمت للعالمینی کی بدولت اُنھوں نے تقریباً آٹھ سو برس تک اقوام عالم کی قیادت کی، انھوں نے علم و حکمت کے گم شدہ خزینوں کا سراغ لگایا، اور انہیں علم و ادب سکھایا۔ علاوہ بریں ان میں جمالیاتی ذوق پیدا کیا، انھوں نے حُریت و اخوت، مساوات و تکریمِ انسانی اور حسنِ اخلاق و حُسنِ ثقافت کی اہمیت کا احساس و شعور دلایا۔[24]

ثقافتی شعور کی تاریخ

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر صاحب ثقافتی شعور کی تاریخ کو یوں بیان کرتے ہیں، ثقافتی شعور کی تاریخ دراصل جمالیاتی شعور کی تاریخ ہے اور جمالیاتی شعور حقیقت میں انسان کی آرزوئے حُسن کا شعور ہے۔ انسان پر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ ابھی دہر کے عرصہ ءخفا سے زمان و مکان کے منصہِ شہود پر نہیں آیا تھا۔ جس طرح ایک بیج میں کل درخت امکانی صورت میں موجود ہوتا ہے، یا جس

طرح ایک قطرہ منویہ میں لاتعداد بنی نوع انسان کے امکانی حیاتیاتی وجود موجود ہوتے ہیں، اسی طرح کُل بنی نوع انسان دہر کے عرصہ خفا میں موجود تھے اور ہیں، اور باری باری کتمِ دہر سے زمان و مکان کے منصہء شہود پر آتے ہیں۔ ہر فرد بشر روز ازل سے کتمِ دہر میں ایک امکانی وجود کی صورت میں موجود ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے تخلیق انسانی احسن الخالقین کے شعوری و با مقصد تخلیقی عمل کی مرہون منت ہے۔ یہ کوئی خود رو عمل نہیں، جیسا کہ مادیت و وجودیت مکاتب فکر کا نظریہ ہے۔[25] انسان کی ثقافتی زندگی کے نشوو ارتقاء کی تاریخ کا قدرت کے حوالے سے مطالعہ کریں تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اس کے لیے وہ قدرت کا بلا واسطہ اور بالواسطہ ہر اعتبار سے مرہون منت ہے۔ انسان روز ازل سے " تلمیذ الرحمن " ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روز ازل ہی سے انسان میں علم و فن سیکھنے اور ترقی کرنے کے لامحدود امکانات وودیعت کر دیے تھے، اور ان امکانات کو قوت سے فعل میں لانے کے لیے رب رحیم نے اس کے لیے ایک حیرت انگیز طور سے جامع و مانع اور عالمگیر و ہمہ گیر نظام ربوبیت قائم کر دیا۔ اس نظام کے چار عناصر ہیں؛ حواس و قلب کا نظام، نظام زمان و مکان، نظام زندگی، وحی و تنزیل یا نبوت ورسالت کا نظام۔[26]

انسان کی ثقافتی زندگی میں عظیم ترین، حسین ترین اور اہم ترین انقلاب کا آغاز اس وقت ہوا جب اسے زمان کے علاوہ اپنے مافی الضمیر کے اظہار و ابلاغ، نیز اپنے افکار تصورات اور دوسروں کے اقوال اور دیگر باتوں کو محفوظ کر لینے کے لیے ایک معجز نما وسیلے کا سراغ ملا، جسے قلم کہتے ہیں۔ یہ مبالغہ نہیں، اظہار واقعیت ہے کہ انسان نے قلم ہی کے ذریعے علم و حکمت، ادب و فن، صنعت و حرفت، بلکہ زندگی کے ہر گوشے میں حیرت انگیز ترقی اور زمان و مکاں کی تسخیر کی ہے اور مسلسل کرتا جا رہا ہے، تمام ادیان کی کُتبِ سماوی سے اس حقیقت کا سراغ ملتا ہے کہ انسان نے یہ فن تحریر بھی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے معلمان انسانیت سے سیکھا ہے[27]، مندرجہ ذیل آیات میں بھی اسی واقعیت کی نشاندہی کی گئی ہے:اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ "پڑھیے اور آپ کا رب سب سے بڑھ کر کرم والا ہے۔ جس نے قلم سے سکھایا۔ انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا"۔[28] ڈاکٹر صاحب نے مزید وضاحت یوں کی ہے کہ علم اپنی حقیقت میں نور ہے، جس کے ہیولے میں ارتقائے لامتناہی کی صورت مضمر ہے۔ چناچہ یہی وجہ ہے کہ نوع انسانی کی سب سے بڑے معلم اور عالم و حکیم کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ یہ دعا مانگنے کی تاکید فرمائی ہے۔ قرآن حکیم ایک ایسا نور و ہدایت ہے، جس کے ذریعے انسان اپنی ثقافت کی تزئین و تحسین کر سکتا اور اس کی ترقی کے لامتناہی امکانات کو قوت سے فعل میں لا سکتا ہے۔ قرآن حکیم نے جنت کے جو احوال و ظروف بیان کیے ہیں ان سے یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ جنت جو اللہ تعالیٰ کے محسن و صالح بندوں کا حُسنُ المآب ہے، انسان کی ثقافتی زندگی کا ایک حسین مثالی نمونہ ہے، اور حسین ترین ثقافتی زندگی اہل جنت کی ہے۔ ایک حقیقت جس کو علمائے مغرب اور مستشرقین نے ہمیشہ مسلمانوں سے بالخصوص اور غیر مسلموں سے بالعموم پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی ہے، یہ ہے کہ اسلامی

ثقافت کا حقیقی سرچشمہ اور نمونہ جنت ہے، جس نے مسلمانوں کی ثقافتی زندگی کو حسین سے حسین تر بنانے میں از بس اہم کردار ادا کیا ہے۔[29]

اسلامی ثقافت کی ماہیت

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اسلام کے نزدیک ثقافت انسان سے تعلق رکھتی ہے، اور انسان معاشرتی وجود ہے، طبعاً و حاجتہً، اس اعتبار سے ثقافت انفرادی بھی ہوئی اور اجتماعی بھی۔ علاوہ بریں چونکہ قوم افراد ہی سے بنتی ہے، اس لیے اسلام میں فرد اور قوم دونوں کی ثقافت کو اہمیت حاصل ہے۔ ثقافت چونکہ انسان کی تخلیق ہے اور اس کے تخلیقی عمل کی غایت اپنے جمالیاتی تقاضوں اور آرزوئے حُسن کی تسکین ہوتی ہے، اس لیے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کے جمالیاتی تقاضوں اور آرزوئے حُسن کی حقیقت کیا ہے؟ انسان کے متعلق اسلام کا موقف یہ ہے کہ وہ موضوعی اور معروضی (یا باطنی و صُوری) اعتبار سے حسین ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فطرۃً حُسن پسند ہے۔ اسلام کے فلسفہ طمانیت و مسرت کی مجملاً تصریح کر دی جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حسن اور طمانیت و مسرت کی حیثیت مُوثر و اثرات کی ہے۔ ہمیں یہ بات ذہین نیشن کر لینی چاہیے کہ قرآن مجید کے نزدیک حُسن ہی خیر و نیکی اور ثواب ہے، اور ہی لذت و طمانیت سے مراد نفس کی فطری حسین و منور حالت ہے، جس میں وہ خوف و حزن کی اذیتوں سے محفوظ و مامون اور قانع و خنک ہوتا ہے۔ طمانیت خنکی نفس پر دلالت کرتی ہے اور خنکی نفس کی ارفع حالت کو مسرت سے تعبیر کرتے ہیں۔ طمانیت و مسرت کی ضد خوف و حُزن ہیں: نفس جب کسی وجہ سے اپنی فطری حسین و منور حالت پر نہیں رہتا اور قبیح و تاریک ہو جاتا ہے تو اس میں اندیشہ ہائے گوناگوں اور اضطراب و بیقراری کی آگ لگ جاتی ہے، جو اس کے لیے عذاب بن جاتی ہے۔ ان تصریحات کی روشنی میں ہم حسن کا ایک ایسی مجردشے کے طور پر تصور کر سکتے ہیں، جو موضوع یا نفسِ انسانی کے حوالے سے لذت و طمانیت اور نور و سرور کی ٹھنڈک ہے۔[30]

حیات انسانی کی حقیقت حُسن، اس کی فطرت آرزوئے حُسن اور اس کا تقاضا اظہار حُسن ہے اور انسان کی اپنی اس آرزو کی تکمیل اور تقاضے کی تشفی کرنے کی مساعی جمیلہ کے حاصل کو ثقافت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے ثقافت کُل حیات اِنسانی کو محیط ہوتی ہے۔ لہٰذا کسی قوم کی ثقافت سے مراد اس کے ایمانیات (دینی معتقدات)، افکار جلیلہ و محرکہ، عبادات و مناسک، علمی و حکمیاتی فعلیتیں (جن کا تعلق سائنس، ٹیکنالوجی وغیرہ سے ہوتا ہے)، جمالیاتی تخلیقی فعلیتیں (فنون و ادبیات)، جمالیاتی مشاغل (کھلیں، تفریحات بشمول سیر و سیاحت)، اور معاشرتی فعلیتیں (جن کا تعلق حقوق العباد، یعنی انسان کے اخلاقی، معاشی اور سیاسی حقوق و مشاغل بشمول قانون اور عدل و انصاف اور رسم و رواج سے ہوتا ہے) ہیں۔ ثقافت کسی قوم کا ایک نامیاتی کُل (Organic Whole) ہوتا ہے، اس لیے حقیقی یا سچی ثقافت وہ ہوتی ہے جس کے عناصر ترکیبی میں مکمل ہم آہنگی اور جذب و انجذاب پایا جاتا ہے۔ ہم آہنگی، عناصر کی وحدت اور جذب و انجذاب سے ثقافت میں تشخص اور انفرادیت پیدا ہوتی ہے۔ اس

اعتبار سے کسی ثقافت میں اس کے تشخص و انفرادیت کو اس کے نشوو ارتقاء کی علامت سمجھنا چاہیے۔[31] ثقافت میں اس کے تشخص و انفرادیت کا فقدان اس کے انحطاط و زوال اور موت کا غماز ہوتا ہے۔ اسلام ایک عالمگیر دین ہے اور دنیا کے بیشتر ممالک میں پھیلا ہوا ہے، لیکن دنیا کے تمام مسلمان اپنے دین کے لحاظ سے ملت واحدہ ہیں، گو جغرافیائی یا ملکی اعتبار سے مسلمانوں کی بیسیوں قومیتیں ہیں، لہذا تمام مسلم اقوام کے قومی تشخص پر اسلامی یا ملی تشخص غالب رہنا چاہیے۔ اسی طرح کسی قوم کے علاقائی تشخص پر قومی تشخص کا رنگ غالب رہنا چاہیے اگر صورتِ حال برعکس ہو تو اسے قوم کی وحدت اور جذب وانجذاب کے فقدان اور اس کے اضمحلال وزوال پر محمول کرنا ہو گا۔[32] ثقافت اپنے تشخص وانفرادیت کے لیے اپنے ایمانیات اور افکار جلیلہ و محرکہ کی مرہون منت ہوتی ہے۔ اس سے ہم یہ استنباط کر سکتے ہیں کہ ثقافت کی تقدیر اس کے ایمانیات اور افکار جلیلہ و محرکہ سے وابستہ ہوتی ہے۔ لہذا جب تک کوئی قوم اپنے ایمانیات اور افکار جلیلہ و محرکہ کو اپنی زندگی کے اجزائے لاینفک بنائے رکھتی ہے تو وہ اور اس کی ثقافت زندہ، حرکی اور ارتقائی رہتی ہے، لیکن جب وہ ایسا نہیں کرتی اور اس کے ایمانیات اور اعمال کے درمیان ہم آہنگی و مطابقت نہیں رہتی تو اس میں تضادات پیدا ہو جاتے ہیں، جو اس کی قوت شیرازہ منتشر کر کے اسے مضمحل و کمزور بنادیتا ہیں، نتیجہ وہ تاریخ کی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور ذلت ومسکنت اس کا مقدر بن جاتا ہے۔

کس قوم ثقافتی تشخص ہی اسے دیگر اقوام سے متمیز کرتا ہے۔ اس تشخص کا احساس و شعور ہی قوم کو اپنی ہستی کا احساس و شعور عطار کرتا ہے، جو اس میں اپنی بقاء اور نشوو ارتقاء کی آواز کو زندہ رکھتا ہے۔ یہ ایک تاریخی واقعیت ہے کہ جو قوم اپنے تشخص کو برقرار نہ رکھ سکتی وہ زمانے کی حریف قوتوں کی حریف بھی نہ ہو سکتی۔ اس سے ہم یہ ضمنی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ محض معاشیات ہی کُل ثقافت کی مظہر نہیں ہوتی، اور نہ اس کی تشکیل ہی کرتی ہے، بلکہ یہ ایمانیات وافکار جلیلہ و محرکہ ہیں جو زندگی کے معاشی نمونے کی تشکیل کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی زبان میں صلوۃ وزکواۃ کے نظام جب اپنے کُل اجزائے ترکیبی کے ساتھ طور سے ہم آہنگ ہو کر کام کرتے ہیں تو اس سے ان تمام تشکیل اور اس کی اقدار کی تعیین کرتا ہے۔ اسلام کے نزدیک سچی انسانی ثقافت کی نشانی یہ ہے کہ ایک تو اس کے صلوۃ وزکواۃ کے نظام اپنی انفرادی حیثیت میں اپنے جملہ کل پرزوں کے ساتھ متوازن طریقے سے کام کرتے ہیں، دوسرے ان دونوں نظاموں میں مکمل ہم آہنگی یا وحدت پائی جائے۔ چناچہ یہی وجہ ہے کہ اسلام ان لوگوں سے جو اسے بطور دین قبول کرنے کے مدعی ہیں، مطالبہ کرتا ہے کہ انھیں اس کا محولہ بالا نظاموں کو ہر حال میں قبول کرنا ہو گا۔ [33]يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تو تمہارا کُھلا دشمن ہے"۔[34] اسلام چونکہ فطری نظام حیات ہے، اس لیے پورے طور پر قولاً اور فعلاً تسلیم کرنے سے ہی انسان مؤمن یا مسلمان بنتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس کے بعض حصے پر عمل کیا جائے اور بعض عملاً انکار نہیں کیا جائے۔ اس بنا پر اسلامی معاشرے کی پہچان یہ ہے کہ اس میں اسلام

کے صلوۃ وزکواۃ کا نظام قائم ہوں اور مکمل ہم آہنگی کے ساتھ کام کرتے ہوں۔ اس آیت میں انسان کو انتباہ کے طور سے اس واقعیت کی یاد دہانی بھی کرادی گئی ہے کہ جو لوگ اسلام کے نظام زندگی کے کسی ایک حصے کو مانتے اور دوسرے کی تردید کرتے ہیں، اس لیے دونوں ہی غیر اسلامی، غیر انسانی یا غیر فطری ہیں، اور ان کے علمبردار بنی نوع انسان کے صاف دشمن ہیں۔[35] طور طریقے اختیار کرتی، نیز اپنا بناؤ سنگار کرتی ہے۔[36] ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں اس تاریخی واقعیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ثقافت کے نشو و ارتقاء میں تاریخی و جغرافیائی عوامل کے علاوہ پوری قوم حصہ لیتی ہے، لیکن جہاں تک اسلامی ثقافت کا تعلق ہے اس کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اسلام کے پیغمبر اعظم و آخر ﷺ نے اسے کلام الہی کے مطابق اپنی سیرت کے حسین سانچے میں ڈھالا ہے، لہذا اسلامی ثقافت کے مزاج کی ترکیب جن عناصر سے ہوئی ہے، وہ ایمانیات ہیں۔ ثقافت محض فنون لطیفہ سے عبادت نہیں یہ تو اس کی محض جمالیاتی و تخلیقی فعلیت کے مظاہر ہیں۔ اسی طرح کسی قوم کے انداز آراستگی و تزئین اس کے جمالیاتی ذوق کے آئینہ دار ہوتے ہیں، اُنھیں ثقافت سمجھ لینا درست نہیں اگرچہ وہ یقیناً ثقافت کا ایک حصہ ہوتے ہیں۔[37]

دین اور ثقافت کیا ہیں

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ دین و ثقافت لازم و ملزوم ہیں۔ دین کی بنیاد ہمیشہ ایک شخص نے رکھی ہے، جسے نبی ﷺ یا رسول کہتے ہیں، اور ثقافت کا بانی بھی وہی واحد شخصیت ہوتی ہے جو دین کی طرح ڈالتی ہے۔ اس نظریے کی صداقت کو جانچنے کے لیے ہم اسلام کو لیتے ہیں، کیونکہ وہ دین کو آخری اور کامل صورت ہیں کہ اس کی ثقافت کیسے معرض وجود میں آئی؟ تاریخ شاہد ہے کہ ہجرت کے فوراً بعد پیغمبر اعظم وآخر ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچے ہی سب سے پہلے مسجد تعمیر کی، اور اسے مسلمانوں کی ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز قرار دیا۔ آپ ﷺ نے ثقافت کی اساس قرآن مجید کے اصولوں پر رکھی جو دراصل فطرتِ انسانی کے سچے اصول ہیں، اور اپنی سیرت کے سانچے میں اس کا ڈھانچہ تیار کیا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلامی ثقافت کا سرچشمہ قرآن مجید اور اس کا نمونہ سیرت رسول ﷺ ہے۔[38]

ثقافت کی زبان

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ثقافت کی بھی زبان ہوتی ہے جو اس کے محاسن و معائب کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ ثقافت زبان کا معیار بھی حسن ہے (اپنے وسیع ترین مفہوم میں) لہذا سچی انسانی ثقافت کی زبان اس کے صدق و کمال، جمال و جلال، علم و حکمت اور نشور ارتقاء کی مظہر ہوتی ہے۔ چنانچہ جب ہم اسلام کی ثقافتی زبان کا حُسن نیت اور ژرف نگاہی سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اسلامی ثقافت پر غیر فطری تصوارات و افکار کے پردے ڈال رکھے ہیں، دوسرے اسلام دشمن قوتوں نے اپنے جمالیاتی فریب کے ذریعے ہماری آنکھوں کو مسحور کر رکھا ہے، تو ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ زبان کائنات کی طرح جمیل و جلیل ہے۔ اسلامی ثقافت کی زبان کا جمال اس کی محبوبیت و دلربائی اور جاذبیت و دلکشی کا آئینہ دار ہے تو جلال اس کی قوت و کمال اور حرکیت و ارتقاء کا مظہر

ہے۔ بچہ زبان جب زبان سیکھتا ہے تو اس میں زندگی اور موجودات کا شعور پیدا ہوتا اور صورت میں معانی کے ادراک کا ملکہ نشوو ارتقاء پاتا ہے۔ انسان زبان کے ذریعے اپنی شخصیت، انا، ذات یا خودی کا اظہار و اثبات کرتا ہے، اسی طرح ثقافت بھی اپنی زبان کے ذریعے اپنی زبان یا تشخص کا اظہار و اثبات کرتی ہے۔ اظہار شخصیت یا خودی کے ہمہ جہت نشوونما و ارتقاء کا وسیلہ ہے۔ لہٰذا جس چیز کی خودی کا اظہار کی جتنی قوت ہوتی ہے اتنی ہی اس میں العبادی وسعت پذیری اور ارتقاء کی استعداد ہوتی ہے۔ ہر چیز کی خودی کی قوت اظہار کی کمیت و کیفیت اس کی انفرادی اس کی انفرادی قوت و توانائی کی کیفیت و کمیت کے مطابق ہوتی ہے۔[39]

مثالی ثقافت

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ مثالی ثقافت کا معیار یہ ہے کہ اس میں صدیقین، شہداء اور صالحین پیدا کرنے کی استعداد بدرجہ اَتم ہوتی ہے اور وہ انہیں پیدا بھی کرتی ہے۔ اسلامی ثقافت کی یہ ایک مابہ الامتیاز خصوصیت ہے، جس کی بنا پر تاریخ نے اسے مثالی ثقافت سمجھا اور صدیوں دنیا کی ثقافتوں کی قیادت کرنے کا اسے موقع دیا ہے۔[40]

اسلامی ثقافت کے اہم جز

اسلام ہر لحاظ سے ایک مکمل دین یعنی دستور زندگی اور آئیڈیالوجی ہے اور اسے ہر زمان و مکان میں افراد نسلِ انسانی کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ لہٰذا متبعین اسلام پر لازم ہے کہ وہ قرآن مجید کو اللہ کی ایسی زندہ جاوید کتاب سمجھیں اور اس پر ایمان لائیں جو مکمل ضابطہ حیات اور آئیڈیالوجی ہے۔ اس کا نقیض یہ ہوا کہ جو شخص اس حقیقت پر ایمان نہیں رکھتا، وہ اسلام کی نظر میں نہ تو مسلمان ہے نہ مومن، چاہے وہ اپنے آپ کو ایسا کیوں نہ سمجھتا ہو۔ قرآن حکیم نے یہ بصیرت افروز حقیقت بھی بے نقاب کردی ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز اس اعتبار سے مسلم ہے کہ احکام الٰہی یا نوامیس فطرت کی تعمیل کرتی ہے۔[41]

ایمان

ایمان اسلام کی اساس اور انسان کی باطنی زندگی کی روح ہے، جس کے بغیر اس کی بقاء اور نشوو ارتقاء کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ فرد ہو یا قوم یہ اس کی باطنی زندگی اس کی قوت کا حقیقی سرچشمہ ہے حقیقت یہ ہے کہ یہی اس کی اصل زندگی اور یہی اس کی دنیا ہے، جس میں وہ رہتا ہے۔ یہ دُنیا ایمان کے حُسن و خوبی سے طمانیت و مسرت کی جنت بنتی ہے اور اس کے فقدان سے خوف و حزن کا بھیانک اور تاریک جہنم اور اپنی اس دنیا میں رہنا انسان کا مقدر ہے۔[42] ایمان اپنی حقیقت میں ایک نورانی قوت ہے، جس سے انسان میں قوت ارادی، رجائیت، صبر استقامت اور بصیرت پیدا ہوتی ہے۔ انسان جس طرح اس نور بصیرت کی بدولت اس دنیا میں حق و باطل، حسن و قبیح، حسنہ و سیئہ، خیر و شر، سود و زیاں میں امتیاز کرتا ہے۔[43]

ایمان باللہ

اللہ تعالیٰ اس کائنات خلقت اور حیات انسانی کا معنی ہے، لہذا ان کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کیے بغیر دیکھا یا ان پر غور کیا جائے تو وہ دونوں بے معنی ولایعنی نظر آتی ہیں، 100 اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہم اسے اپنا اِلہ اور رب دل و جان سے تسلیم کریں اور اس ایقان و اذعان کے ساتھ ہمارا فکر و عمل اس کے حوالے سے ہونا چاہیے۔ بالفاظ دیگر ہمارے افکار و تصورات، نظریات و معتقدات اور اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اصول و قوانین اور اوامر و نواہی سے ہم آہنگ ہونے چاہئیں۔[44]

توحید

اسلامی ثقافت کا اولین اور اہم ترین عنصر ترکیبی عقیدہ اُلوہیت و ربوبیت ہے، جس کے لیے اہل اسلام نے "توحید" کی تعبیر اختیار کی ہے۔ اس کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس ایک بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اسلام کے مترادف کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہے، اور مسلمان اپنے عقائد جلیلہ و محرکہ میں سے توحید اہم ترین اساسی عقیدہ ہے، جس کی قوت تسخیر کا کوئی عقیدہ، آئیڈیالوجی یا دین حریف نہیں ہو سکا۔ اگر یہ کہا جائے کہ اسلامی ثقافت اپنے ہمہ جہت نشوونما ارتقاء اور عالمگیر حیثیت کے لیے اسی عقیدہ توحید کی مرہون منت ہے تو یہ مبالغہ نہیں اعتراف حقیقت ہو گا۔[45] توحید اسلامی ثقافت میں جس طرح رچ بس گئی ہوئی ہے۔ اس کی مثال کسی اور ثقافت میں نہیں ملتی۔ مسلمان گھرانے میں بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کے کان میں " اللہ اکبر" کی صدا پھونکی جاتی ہے، جو اس کے قلب کو زندہ و بیدار کرتی ہے۔[46] اسلامی ثقافت کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مسجد میں پیدا ہوئی، مسجد میں پھیلی پھولی اور جوان ہوئی۔ اس کی حسین تخلیقی فکر و عمل کی سرگرمیوں کی اولین جولانگاہ مسجد ہی تھی۔[47] اسلامی ثقافت کی روح حیات یعنی توحید کے دیگر مظاہر میں سے دو بڑے ہی نظر افروز حسین مظاہر وہ ہمیں جنہیں عید الفطر اور عید الاضحی کہتے ہیں۔ جمالیاتی نقطہ، نظر سے دیکھا جائے تو عید الفطر اگر جمال کا مظہر ہے تو عید قربان جلال کا۔ عید الفطر اگر ثمرہ ہے ماہ صیام کے روزوں کا، تو عید قربان حاصل ہے "مقام کبیریا" کے طواف عام اور اس بارگاہ عام میں اجتماعی حاضری و حضوری کا، جسے حج کہتے ہیں۔ روزہ اگر نفس کا تزکیہ و تصفیہ کر کے اسے زندہ و بیدار اور حسین و منور کرتا ہے تو حج سے انسان کا یاپلٹ جاتی ہے اور وہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتا ہے، جسے قرآنی اصطلاح میں "احسنِ تقویم" کہتے ہیں، نیز اسے "حضوری" کی وہ لذت نصیب ہوتی ہے، جو محسوس تو ہوتی ہے مگر بیان نہیں ہو سکتی۔ یوں سمجھیے کہ یہ لذت حضوری ہے جو انسان کو اہل حسن و محبت بناتی ہے جسے "صاحبِ حسن سرور" بھی کہتے ہیں۔[48]

اسلامی ثقافت میں جمالیاتی رنگ

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر صاحب اپنی کتاب اسلامی ثقافت میں اسلام کے جمالیاتی رنگ کو بیان کرتے ہیں۔ اسلامی ثقافت کے جمالیاتی رنگ یہ جو درج ذیل بیان کیا جا رہا ہے۔

حُسن، حسنہ اور احسان

حسن ہر رنگ میں زندگی کا معنی ہے۔ پھول کی خوشبو کا سُر، شعر کا وزن تصویر کا توازن، پانی کو روانی، طاؤس کا رقص، طیور کی پرواز، شیر کا جلال، چاند کی چاندنی، نامیاتی وجود کی جوانی، دل کا سرور اور ثقافت کی روح یہ سب حُسن ہی کے تو نام ہیں۔ حُسن انسان کی آواز ہے۔ انسان کی اس کائنات اور زندگی میں حُسن بھرنے کی کوشش پیہم کو ثقافتی فعلیت اور اس کے حاصل کو ثقافت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسلام کو جمالیاتی نقطہ نظر سے آرزوئے حُسن سے تعبیر کرسکتے ہیں؛ اور اس کے فلسفہ زندگی کو ایک لفظ میں بیان کرنا ہو تو وہ طلب و جستجوئے حُسن ہے۔[49]

حُسنِ خلق یا اخلاقی جمالیات

حُسن اسلامی ثقافت کا اساسی عنصر ہے اور اس کا اہم ترین مظہر حُسن خُلق ہے۔ خُلق بھی خَلق کی طرح ایک باطنی صورت ہے جو ظاہری وجود کی طرح نامیاتی اور حسین ہے قرآن حکیم اس آیت سے مزید یہ وضاحت ہوتی ہے کہ :لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ "بلاشبہ ہم نے انسان کو حسین ترین ظاہری و باطنی شکل و صورت میں پیدا کیا ہے"۔[50] حسن خلق ہی اصل دین ہے اور اہل حسن خلق ہی کامیابی حیات کی راہ مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں تو اس سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ سُو خلق ہی کی وجہ سے کسی قوم کے افراد گمراہ ناکام ہو جاتے ہیں۔ اس سے یہ ضمنی نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ جس طرح حُسن خلق کو کامیابی مستلزم ہے، اسی طرح سُو خلق اور ناکامی لازم و ملزوم ہیں۔ چنانچہ کوئی گمراہ و ناکام اور ظالم و پس ماندہ قوم اس وقت تک کامیابی حیات کی راہ مستقیم پر گامزن نہیں ہو سکتی، جب تک وہ اپنے خلق کو نہیں بدلتی، یعنی سُوئے خُلق میں نہیں کر لیتی:[51]

جمالیاتی–معاشرتی آداب

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اسلام آرزوئے حُسن ہے، اور وہ ہر بات، ہر چیز، ہر قول و فعل میں حُسن کو دیکھنے کی طلب و آرزو رکھتا ہے۔ لہذا وہ اپنے متبعین سے مطالبہ کرتا ہے کہ ان کی زبان و قلم سے جب بھی کوئی بات نکلے حسین ہو۔ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا "لوگوں سے حسین باتیں کہو!"[52] چونکہ خوشگواری و سُرور انگیزی اور طمانیت بخشی و لذت آفرینی حُسن کا خاصہ ہے، اس لیے جو بات حسین ہوگی وہ جمیل و جلیل، مناسب و موزوں اور طیب و جانفزا ہونے کے ساتھ خوشگوار اور سُرور انگیز بھی ہوگی۔ قرآن مجید کی رو سے اسلامی معاشرے میں قول باللسان ہو یا بالقلم ایسا ہونا چاہیے جو جمالیاتی ذوق سلیم پر گراں نہ گزرے، بلکہ اُسے سُن یا پڑھ کر قاری کے دل و دماغ پر خوشگوار اثرات مرتب ہوں۔ علاوہ بریں چونکہ حُسن جمالیاتی حِس کی تسکین کا سامان ہے، اس لیے زبان و قلم سے جو کچھ نکلے جمالیاتی حِس و ذوق کا سامان ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی گھر میں ہو یا باہر یا پلیٹ فارم پر، دوستوں کی محفل میں ہو یا اغیار کی بزم میں اور گفتگو دوستانہ حضر میں، منبر پر ہو یا پلیٹ فارم پر، دوستوں کی محفل میں ہو یا اغیار کی بزم میں اور گفتگو دوستانہ ہو یا حریفانہ اسے ہر حال میں حسین و خوشگوار باتیں کرنی چاہیے، نیز اس کا لب و لہجہ اور انداز بیان بھی حسین ہونا

چاہیے۔[53] قرآن حکیم کی رو سے قول حُسناً یا حسین کی آٹھ بڑی اقسام ہیں: قول طیب، قول کریم، قول سدید، قول معروف، قولِ صدق، قول بلیغ، قول میسور، قول سلیم [54]

پاکیزگی

پاکیزگی جسے عربی میں طہارت کہتے ہیں، حُسن کی ایک بنیادی صفت ہے اور اسلامی ثقافت کا جزوِ لاینفک ہے۔ اس کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل دو امور سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے: جو دوسری وحی نازل فرمائی وہ سورہ مدثر کی ابتدائی سات آیات ہیں جن میں کپڑوں کو صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھنے او نجاست سے دور رہنے کا حکم ہے ثانیاً حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ایمان کے بعد دوسرا موضوع طہارت سے بالفاظ دیگر، ان کتابوں میں اسلامی احکام کی ابتدا ہی کتاب الطہارت سے کی گئی ہے۔[55]

صدق

صدق کذب کی ضد ہے۔ اس کی معنی ہیں دل و زبان کی ہم آہنگی اور بات کا نفسِ واقعہ کے مطابق ہونا اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے تو کامل صدق باقی نہیں رہنا۔ ایسی صورت میں یا تو وہ بات صِدق کے ساتھ متصف ہی نہیں ہو گی اور یا وہ مختلف حیثیتوں سے کبھی صدق اور کبھی کذب کے ساتھ متصف ہو گی۔[56] جس طرح صدق کے بغیر حُسن بے قدر قیمت ہے اسی طرح حُسن کے بغیر صدق کی کوئی قدر و قیمت نہیں، صدق جب حُسن کی تصدیق اور خدمت کر تا رہتا ہے تو خود بھی حُسن بن جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ جب جنت کو حُسن المآب اور مقعد صدق سے تعبیر کرتا ہے تو وہ اسی حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے۔ کوئی شخص صدق کے بغیر صالح شہید یا صدیق نہیں بن سکتا چنانچہ دنیا میں جتنے بھی پیغمبر گزرے ہیں، وہ سب صدیق تھے۔ وجہ یہ ہے کہ صدق کا نبوت سے وہی تعلق ہے جو اس کا حُسن سے ہے۔[57]

فن و ادب

فن و ادب ثقافت کے عناصر امتزاجی ہیں، اور اس اعتبار سے از بس اہم ہیں کہ یہ اس کے نشوو ارتقاء اور آراستگی و تزئین میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں، نیز یہ جمالیاتی ذوق کو وسعت و رفعت دیتے، اس کی تسکین کا سامان فراہم کرتے اور ثقافتی زندگی کو جمالیاتی ثروت بخشتے ہیں۔ ثقافت کی مثال ایک ایسے باغ کی ہے جو فن و ادب کے گلہائے رنگ رنگ، اشجارِ ثمر ور اور جمیل و جلیل عمارات سے مزین ہے۔ اس میں رنگارنگ کے طیور نغمہ سنج ہیں، چشمے اور نہریں رواں ہیں، فضا عطیر بیز ہے اور سبزہ لہلہا رہا ہے۔ "فن ہنرور کی جمالیاتی تخلیقی فعلیت اور روح اندازی کے حاصل آخر سے عبادت ہے"۔[58]

امن و طمانیت

ثقافت کے نشوو ارتقاء کے لیے امن ناگزیر ہے۔ تاریخ ثقافت کا مطالعہ کرنے سے اس اصل سراغ ملتا ہے کہ انسان کی انفرادی و اجتماعی کوششوں کا مقصودِ حقیقی امن کا حصول رہا ہے، جس پر خود اس کے وجود سے اشتہاد کیا جا سکتا ہے، گویا یہ بھی سچ ہے کہ

اس کی کوششوں کا انداز باہمی حسد و بغض، خوف و خطر سرکشی و طغیان کی وجہ سے یا قوت و دولت اور نفسانی خواہشات کے حصول کی خاطر سلبی بھی رہا ہے، جس کے معروضی مظاہر جنگ و جدال، کُشت و خون، فتنہ و فساد اور موضوعی مظاہر حزن ہیں۔[59] طمانیت دل ایمان باللہ کی زندگانی و محکمی پر دلالت کرتی ہے، اور ایمان باللہ حُسنِ عمل کا سرچشمہ ہے، اس لیے مطمئن لوگ ہی ثقافت کی زندہ رکھتے، اس کی تحسین کرتے اور اس کے ارتقاء کو قائم و دائم رکھتے ہیں، بالفاظ دیگر، وہ چونکہ ثقافتِ انسانی کو حسین بناتے ہیں۔ اس لیے قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ ایسے اہل[60] اِرْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ "اپنے رب کی طرف لوٹ چل، تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں شامل ہو"۔[61]

اسلامی ثقافت کے عروج وزوال کے اسباب

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں تاریخ کا یہ بڑا ہی عبرت ناک المیہ ہے کہ ملت اسلامیہ جو کم و بیش آٹھ صدیوں تک تاریخ کی حریف قوتوں کی تسخیر اور ان کا مقابلہ کرتی رہی، اُس نے زندگی کے ہر شعبے میں اقوام عالم کی امامت کی، اور اس کی ثقافت تمام دنیا کے لیے ایک مثالی نمونہ بنی رہی، بالآخر مضمحل و ناتواں ہو کر تاریخ کی مخالف قوتوں کی حریف نہ ہو سکی، نتیجتہً زوال پذیر، مغلوب اور مسخر ہو گئی۔ اصل یہ ہے کہ اس عالمِ حوادث و مبازرت میں اقوام عالم اپنے عقائد جلیلہ و محرکہ کی بدولت زندہ توانا رہتی اور تاریخ کی حریف قوتوں کا مقابلہ کرتی ہیں۔ ان عقائد سے مراد ایسے زندہ حرکی افکار ہیں کسی قوم کی زندگی کے اجزائے لاینفک ہوتے ہیں اور اس میں قوت و توانائی اور احساس برتری پیدا کرتے ہیں، نیز دوسری اقوام پر ثقافتی غلبہ حاصل کرنے اور ان کی قیادت کرنے کی تحریک کرتے رہتے ہیں۔ کسی قوم کی ثقافت کی بقا اور اس کے ہمہ جہت نشو و ارتقاء کا انحصار ان عقائد کے جمال و جلال حیات و قومیت اور حق و صداقت پر ہوتا ہے۔[62] چناچہ ملت اسلامیہ اور اس کی ثقافت نے اپنے عروج و ارتقاء کے دور میں مشرق و مغرب میں جو بے مثال ہمہ جہت ترقی کی تھی اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ اس کی فکری و عملی زندگی میں اسلام کے عقائد جلیلہ و محرکہ جاری و ساری تھے، جن میں ہمہ جہت ارتقاء کے لامحدود امکانات موجود ہیں۔[63]

حاصل کلام یہ ہوا کہ کسی قوم کی ثقافت کے نامیاتی وجود کی زندگی و ارتقاء اس کے عقائد جلیلہ و محرکہ سے وابستہ ہوتے ہیں، اس لیے جب ان عقائد کی گرفت اپنی قوم پر ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور وہ اس کی زندگی کا جُزء نہیں رہتے تو وہ ضعیف و مضمحل اور بالآخر مردہ ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ ثقافت کے ضعف و انحطاط و جمود کا اصل سبب بھی یہی ہے تو یہ مبالغہ نہیں، اعتراف حقیقت ہو گا۔ لیکن یہ کوئی مایوس کُن واقعیت نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے عقائد جلیلہ و محرکہ حق ہیں، اور حق نہ کبھی فنا ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہی ہے۔ اس لیے کہ حق لافانی حسن و حیات ہے، بخلاف اس کے یہ باطل ہے جس کو فنا لازم ہے۔ اس سے یہ مستنبط ہوا کہ اسلام کے عقائد کی بدولت ملت اسلامیہ میں مر مر کر زندہ ہونے کی استعداد پائی جاتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ مسلمان انہیں اپنی فکری و عملی زندگی کے اجزائے لاینفک بنالیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حوالے سے سوچیں، سمجھیں اور عمل

کریں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ ممکن ہے اور اس کی ثقافت کا تمام ثقافتوں پر غالب آنا، شدنی ہے، نیز اسلامی ثقافت ہی پاکستانی ثقافت کی اصل اور سرچشمہ ہے۔[64]

خلاصۂ بحث

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اسلامی ثقافت کا اِحیاء نہ صرف ممکن ہے بلکہ ناگزیر ہے، کیونکہ انسان آفتابِ حقیقت کی جان آفرین روشنی و حرارت کو چھوڑ کر اپنی مصنوعی روشنی و حرارت میں ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ انسان آخر انسان ہے، اپنی فطرت کے تقاضوں سے کب غافل، حق سے کب تک گریزاں اور باطل سے کب تک مانوس رہ سکتا ہے؟ اسے لا محالہ ایک دن اپنے دین فطرت کو قبول کرنا ہی ہو گا، جو اسلام ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ہی ہو گا جس کا نتیجہ اسلامی ثقافت ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا موقف یہ ہے کہ اگر ہمیں بحیثیت ملت اسلامیہ زندہ رہنا ہے تو ہمیں اسلامی ثقافت کو دوبارہ زندہ کرنا ہو گا اور اگر ایسا کرنا اسی صورت ممکن ہے کہ ہمیں واضح طور سے معلوم ہو کہ اسلامی ثقافت کیا ہے؟ اس کے عناصر ترکیبی کون سے ہیں؟ اُس نے کسی طرح تاریخ کی قوتوں کو اپنا ہمنوا بنایا اور اقوام عالم کی قیادت کی، اور پھر وہ کیوں تاریخ کی قوتوں کی ہمنوا نہ رہی اور مغلوب ہو گئی، اور وہ اپنی عظمت و قوت اور قیادت عالم کے اعزاز سے محروم ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ صرف اسلامی ثقافت سے دوری ہے، قرآن و سنت سے دوری اسی وجہ آج ہم ذلیل ہو رہے ہیں۔ اسلاف نے قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارتے رہے تو انہوں نے پوری دنیا پر حکومت کی تھی، کیونکہ انہوں نے اپنی ثقافت کو نہیں چھوڑا تھا۔ آج اگر ہم پستیوں کا شکار ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی ثقافت کو چھوڑ کر دوسری قوموں کی ثقافت کے پیچھے چلنا شروع کر دیا ہے۔

References

[1] Ismā'īl Ibn Ḥammād al-Joḥrī, *Elāsh,* trans. Ahamd Ghafoor Attār (Tahmeel Al kitab 1990), 4:28.

[2] Mowlāna Syed Muhammad washy Hassanī Nadvī, *Muktsar Tāreekh Saqāfath Islāmī*, trans. Dr Muhammad Tāriq Ayūbī Nadvī (Alī-Garh: Alama Abū al-Hassan Nadvī Educational and foundation, n.d.), 28.

[3] Hassanī Nadvī, *Muktsar Tāreekh Saqāfath Islāmī*, 30.

[4] Hassanī Nadvī, *Muktsar Tāreekh Saqāfath Islāmī*, 30-31.

Hassanī Nadvī, *Muktsar Tāreekh Saqāfath Islāmī*, 31-32.

[6] Prof. Muhammad Yaseen Mazhar Sadique, *Tārkeeh Tahzeeb Islāmī* (Dehlī: Institute of Anjatative Studies, 2012), 1:13.

[7] Marduek Walim Pikthal, *Islāmī Saqāfat aur Dūr-e-Jadeed,* trans. Torina Qazī (Lahore: Minsurat Minsura, March 2003), 25.

[8] Walim Pikthal, *Islāmī Saqāfat aur Dūr-e-Jadeed,* 26.

[9] Walim Pikthal, *Islāmī Saqāfat aur Dūr-e-Jadeed*, 27.
[10] Walim Pikthal, *Islāmī Saqāfat aur Dūr-e-Jadeed*, 31-32.
[11] Dr. Tāhir Ḥameed Tanulī, *Seerat-e-Rasool (Peace be upon him) kī Tahzībī-o-Saqāftī Ehmiyat* (Lahore: Minhāj al-Quran Publisher, September 2007), 38.
[12] Al-Quran 109:6.
[13] Ḥameed Tanulī, *Seerat-e-Rasool (Peace be upon him) kī Tahzībī-o-Saqāftī Ehmiyat*, 29.
[14] Ḥameed Tanulī, *Seerat-e-Rasool (Peace be upon him) kī Tahzībī-o-Saqāftī Ehmiyat*, 40.
[15] Draper, *History of Intellectual Development of Europe* 2:42.
[16] Hassanī Nadvī, *Muktsar Tāreekh Saqāfath Islāmī*, 42.
[17] Hassanī Nadvī, *Muktsar Tāreekh Saqāfath Islāmī*, 43.
[18] Mahmood Ali Sarqwai, *'Ālmī Tahzeeb-o-Saqāfat par Islam ky Asrāt*, trans. Shoaib Ālam (MaktbaH Qasim al-'Uloom, n.d.), 43.
[19] Ali Sarqwai, *'Ālmī Tahzeeb-o-Saqāfat par Islam ky Asrāt*, 44.
[20] Ali Sarqwai, *'Ālmī Tahzeeb-o-Saqāfat par Islam ky Asrāt*, 47.
[21] Ali Sarqwai, *'Ālmī Tahzeeb-o-Saqāfat par Islam ky Asrāt*, 48.
[22] Al-Quran 38:29.
[23]Ali Sarqwai, *'Ālmī Tahzeeb-o-Saqāfat par Islam ky Asrāt*, 52.
[24] Dr. Naṣeer Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat* (LahoreFeroz Sons, n.d), 7.
[25] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 17.
[26] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 33.
[27] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 37.
[28] Al-Quran 96:5-3.
[29] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 39.
[30] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 50.
[31] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 53.
[32] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 54.
[33] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 55.
[34] Al-Quran 2:208.
[35] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 56.
[36] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 57.
[37] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 58.
[38] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 59.
[39] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 64.
[40] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 74.
[41] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 78.
[42] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 97.
[43] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 98.

[44]Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 101.
[45]Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 135.
[46] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 143.
[47] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 151.
[48] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 152.
[49] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 261.
[50] Al-Quran 95:4.
[51] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 316.
[52] Al-Quran 2:83.
[53] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 386.
[54] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 388.
[55] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 483.
[56] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 499.
[57] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 501.
[58] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 649.
[59] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 681.
[60] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 683.
[61]Al-Quran 89:28-29.
[62] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 706.
[63] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 706.
[64] Ahmad Nāṣir, *Islāmī Saqāfat*, 708.